گلگت میں بدھ مت کے اثرات کے تناظر میں مکالمہ کی مذہبی بنیادیں

Religious Foundations of Dialogue in the Context of Buddhist Influences in Gilgit-Baltistan

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Ansaruddin Madni
Department of Education Development (Islamic Studies)
Karakoram International University Gilgit, 15100, Pakistan.
E-mail: dransarmadni@gmail.com

Dr. Fizzah Muslima
Department of Religion and Art, University of Religions and Denominations, MIU, Qum, Iran.
E-mail: drfizzahmuslim@gmail.com

Abstract:

In whatever society he lives, a human being participates directly or indirectly, in the educational, scientific, political, historical and religious activities. Till the recent human history, numerous humans have got prominence due to their extraordinary efforts in different walks of life. An opportunity for research and analysis can be created, if we could truly collect information about the life of such people. Today, people who belong to different religions are busy in the proliferation of their concerned religious models.

Some of religion are very ancient and therefore, although we cannot find followers of a particular ancient religion in a region but archeological artifact of such religions are prevalent in those areas. For example, although there are no followers of Buddhism in Gilgit-Baltistan but we can find traces of this religion in the area. In my research paper, highlighting the historical and religious status of Buddhism, I would start a dialogue on religious grounds and will discuss the traces of Buddhism with their related religious events.

Key words: Dialogue, Religions, Buddhism, Islam, Gilgit, Baltistan.

خلاصہ

انسان جس معاشرے میں بھی رہتا ہے، تعلیمی، سائنسی، سیاسی، تاریخی اور مذہبی سرگرمیوں میں بالواسطہ یا بلاواسطہ حصہ لیتا ہے۔ حالیہ انسانی تاریخ تک بے شمار انسانوں نے زندگی کے مختلف شعبوں میں اپنی غیر معمولی کاوشوں کے باعث نمایاں مقام حاصل کیا۔ تحقیق اور تجزیے کا موقع پیدا ہو سکتا ہے، اگر ہم ایسے لوگوں کی زندگی کے بارے میں صحیح معنوں میں معلومات اکٹھی کر سکیں۔ آج، مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ اپنے متعلقہ مذہبی ماڈلز کو پھیلانے میں مصروف ہیں۔ کچھ مذاہب بہت قدیم ہیں اس لیے اگرچہ ہمیں کسی علاقے میں کسی خاص قدیم مذہب کے پیروکار نہیں مل سکتے لیکن ان علاقوں میں ایسے مذاہب کے آثار قدیمہ موجود ہیں۔

مثال کے طور پر، اگرچہ گلگت بلتستان میں بدھ مت کا کوئی پیروکار نہیں ہے لیکن ہمیں علاقے میں اس مذہب کے آثار مل سکتے ہیں۔ اپنے تحقیقی مقالے میں بدھ مت کی تاریخی اور مذہبی حیثیت پر روشنی ڈالتے ہوئے، مقالہ نگار نے مذہبی بنیادوں پر مکالمہ شروع کیا ہے اور ان کے متعلقہ مذہبی واقعات کے ساتھ بدھ مت کے آثار پر بات کی ہے۔

کلیدی الفاظ: مکالمہ، ادیان، بدھ مت، اسلام، گلگت، بلتستان۔

مقدمہ

انسان کسی بھی معاشرے میں زندگی گزارتا ہو، وہ بنیادی طور پر معاشرے کے علمی، ادبی، سائنسی، سیاسی، تاریخی اور مذہبی سرگرمیوں میں بلواسطہ یا بلاواسطہ شریک رہتا ہے۔ اب تک کی انسانی تاریخ میں بہت سے انسان مختلف شعبوں میں اپنی کاوشوں کی بنیاد پر دوسرے انسانوں سے نمایاں رہے ہیں۔ ان شخصیات کی زندگی سے متعلق معلومات کو دیانتداری سے جمع کیا جائے تو معاشرے کے ذہین افراد کو مختلف شعبوں میں علمی، تحقیقی اور تجزیاتی کام کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اس وقت دنیا میں مختلف مذاہب کے پیروکار اپنے مذہب کی ترویج کے لئے نہ صرف سرگرم عمل ہیں بلکہ اپنے مذہب کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے نت نئے طریقے اپناتے ہیں اور دوسرے انسانوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اپنے عقائد اور نظریات پر نظر ثانی کریں۔ تبدیلی مذہب کے پیچھے کارفرما انسانی کاوشوں میں سے ایک کاوش مکالمہ یعنی بات چیت کا عمل ہے۔ جب دو مختلف نظریات کے حامل افراد ایک

دوسرے سے ملتے ہیں تو وہ یقینی طور پر ایک دوسرے سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے ہیں۔ ظاہر ہے شعور و آگاہی حاصل کرنے کی جستجو انسان کو بے چین رکھتی ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر اس بے چینی کو صحیح، مناسب اور بروقت رہنمائی ملے تو وہ بے چین اور بے سکون انسان کو اپنے نظریات اور خیالات و عقائد کی درستگی کی تحریک دلاتی ہے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت دنیا میں بہت سے مذاہب ہیں۔ ان میں سے بعض قدیمی ہیں۔ مگر ان کے پیروکار بہت کم تعداد میں ملتے ہیں۔ یا کچھ مذاہب کے ماننے والے کسی زمانے میں کثرت سے پائے جاتے تھے لیکن آج کل ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے، بعض علاقوں میں ان مذاہب کا جنم ہوا تھا لیکن آج ان علاقوں میں ان مذاہب کا وجود بھی نہیں۔ مگر ان مذاہب سے متعلق آثار پائے جاتے ہیں۔ مثلاً بدھ مت کے پیروکار اس وقت گلگت بلتستان میں نہیں ہیں مگر اس مذہب کے آثار موجود ہیں۔ ہم اپنے مقالہ میں بدھ مذہب کی تاریخی اور مذہبی حیثیت کو اجاگر کرتے ہوئے ان سے مکالمہ کی مذہبی بنیادوں پر بات کریں گے۔ اور گلگت بلتستان میں موجود بدھ مت کے آثار اور ان سے متعلق واقعات کو زیر بحث لائیں گے۔ مقالہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

گوتم بدھ اور بدھ مذہب کا تعارف

گوتم بدھ شمالی ہند کے علاقے نیپال میں ساکیہ قبائل کی راجدھانی کپلنا دستو میں ۵۶۸ ق م میں پیدا ہوئے۔ لیکن گوتم بدھ کا شمار انہی بچوں میں ہوا کہ جو پیدائش کے بعد ماں جیسی عظیم و مہربان اور محبت نچھاور کرنے والی ہستی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ پیدائش کے ایک ہفتے تک ہی آپ کو ماں کی ممتا اور گود نصیب ہوئے ایک ہفتے کے بعد آپ کی والدہ اس دارِ فانی سے کوچ کر گئی۔

گوتم بدھ کا نام سب کی ایماء پر "سدھارتھ" رکھا گیا۔ لیکن گوتم آپ کا خاندانی نام تھا۔ مسلسل انتھک محنت و ریاضت کے بعد آپ کو گیان حاصل ہوا جس کی وجہ سے آپ کو "بدھ" کا لقب مل گیا اور یوں پوری دنیا میں "گوتم بدھ" کے نام سے پہچان ہوئی۔ سدھارتھ کے علاوہ گوتم بدھ کا ایک اور نام "ساکیہ منی" یا "ساکیہ سنگھ" بھی ہے۔ شاہی خاندان سے تعلق ہونے کی بناء پر ابتدائی پرورش بھی بڑے شاہی انداز سے ہوئی اور شاہی اصولوں کے مطابق شادی بھی کم عمری میں ہوئی۔ ۱۶ سال کی عمر میں آپ کی شادی "جسودھارا" نام کی لڑکی سے ہوئی اور اولاد بھی فوراً ہو گئی۔ پہلے ہی سال بیٹا پیدا ہوا جس کا نام "رہل" رکھا گیا۔

۲۹ برس کی عمر میں گوتم بدھ اپنے خاص خادم "چین" کو ساتھ لے کر ایک انجانی سمت چل نکلا راستے میں اس نے کچھ عجیب مناظر دیکھے جنہیں دیکھ کر گوتم کی دل کی دنیا ہی بدل گئی۔ گوتم نے راستے میں ایک مفلوک الحال

بوڑھا دیکھا، پھر ایک جنازے کو دیکھا اور اس کے بعد آگے چل کر ایک فقیر درویش کو دیکھا۔ جب گوتم نے انسانی زندگی کے ان تین حسرت ناک پہلوؤں کو دیکھا تو نہ صرف وہ متاثر ہوا بلکہ انہوں نے دنیا کی محبت اور لگاؤ میں کمی محسوس کی۔ محل کی طرف واپس آتے ہوئے انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اب مجھے اس راز کو سمجھنا ہے۔ جس کی وجہ سے انسان کی زندگی مختلف رنگ دیکھائی دیتے ہیں۔

گوتم نے اپنے خادم کے ساتھ دریائے ایوحہ پر پہنچ کر اپنے تمام زیب تن کئے زیورات، جواہرات خادم کے سپرد کیے اور کہا کہ تم واپس لوٹ جاؤ۔ اور خود کو ایک غریب آدمی کے لباس میں مزین کر کے راج گڑھی، راج گڑھی مگدھ کی سلطنت کا دارالخلافہ تھا اس دارالخلافے میں بہت مشہور درویش بھی رہتے تھے۔ ان درویشوں میں سے "التر" نامی درویش کے گوتم بدھ مرید ہو گئے۔ مگر گوتم بدھ کو یہاں وہ سکون و قرار میسر نہ آیا جس کے وہ متلاشی تھے چنانچہ وہ یہاں سے کسی دوسرے عابد و زاہد درویش کی محبت میں آ گئے۔ اس درویش نے ہندو مذہب کا فلسفہ سیکھایا اس کے بعد گوتم نے چِلّوں اور نفس کشی کے لئے ریاضتوں کا قصد کیا۔ ایک جنگل میں چھ سال تک سخت ریاضتیں کیں۔

انہی ریاضتوں کے باعث گوتم کی شہرت قریب و جوار میں پھیل گئی۔ اسی شہرت کے باعث آپ کے کچھ مرید بھی ہو گئے۔ پھر ریاضتوں اور نفس کشی کو ترک کر کے کھانا پینا شروع کیا کیونکہ گوتم بدھ کو درویشوں کی صحبت، نفس کشی اور ریاضتوں نے وہ سکون و اطمینانِ قلب نہ بخشا۔ جس کا وہ متلاشی تھا اور گوتم گوہرِ مقصود کی تلاش میں سر گرداں پھرنے لگا۔ یہاں تک کہ اس کی ریاضتوں اور مشقتوں نے بھی اسے دلی سکون و راحت نہ بخشی۔ اس بے اطمینانی کی حالت میں وہ دوہرائے پر کھڑا تھا کوئی فیصلہ نہ کر پا رہا تھا کہ واپس چلا جائے اور وہی پہلے والی عیش و عشرت کی زندگی دوبارہ بسر کر لے یا پھر اسی درویشانہ و فقیرانہ زندگی میں حیران و سر گرداں پھرتا رہے۔

زندگی اسی تسلسل سے رواں دواں تھی کہ ایک جگہ گوتم بیٹھا تھا کہ ایک لڑکی کا اُس طرف سے گزر ہوا کہنے لگی۔ اے شکستہ حال فقیر آپ بھوکے ہیں کیا میرے ہاتھ سے کھانا تناول فرمائیں گے؟ گوتم نے سر اٹھا کر اس لڑکی کی طرف دیکھا اور اس سے اس کا نام پوچھا۔ لڑکی نے جواب دیا میرا نام سوجات ہے۔ گوتم نے اس لڑکی سے کہا بھوکا تو میں ہوں مگر یہ بتاؤ کیا تمہاری غذا میری بڑھتی ہوئی بھوک کو تسلی دے سکتی ہے؟ لڑکی درویش کی اس فلسفیانہ بات کو نہ سمجھ سکی وہ نہ سمجھ سکی کہ فقیر کی بھوک سے کیا مراد ہے اور وہ کس قسم کی تسلی چاہتا ہے۔ مگر پھر بھی لڑکی نے درویش کو کھانا دیا۔ گوتم نے اسے تناول کیا۔ لڑکی تو کھانا دے کر جا چکی تھی مگر گوتم اُسی درخت کے نیچے جہاں وہ لڑکی کھانا لائی تھی بیٹھا رہا اور یادِ الٰہی میں مصروف رہا۔ اسی حالت میں گوتم بدھ مختلف امتحانات اور آزمائشوں سے گزرے یا یوں کہنا چاہیے کہ گوتم بدھ کو ان آزمائشوں میں ڈالے گئے۔

گوتم بدھ کی پہلی آزمائش

گوتم جس قسم کی ریاضتوں میں مصروف تھے ایسی ریاضتوں میں جو رکاوٹ سب سے پہلے حائل ہوتی ہے اور انسان کو مقصدِ حیات سے الگ کرنے کی کوشش کرتی ہے وہ شیطان ہے اور گوتم کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا شیاطین نے مختلف طریقوں کے ذریعے وسوسے ڈال کر گوتم بدھ پر غالب آنے کی کوشش کی مگر گوتم بدھ نے ان وسوسوں کا قلع قمع کیا اور خود ان شیاطنی طاقتوں پر غالب رہے۔

گوتم بدھ کی دوسری آزمائش

دنیا کی محبت انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتی۔ خاص کر جب انسان نفسانی خواہشات کا اسیر ہو جائے۔ عورت کے چنگل میں پڑھ کر انسان اپنا سب کچھ برباد کر بیٹھتا ہے اگر وہ عقل و شعور سے کام نہ لے۔ گوتم بدھ کے ساتھ بھی ایسا کچھ ہوا کہ ایک نہایت حسین و جمیل لڑکی اس کے سامنے نمودار ہوئی اور گوتم بدھ کو ریاضتیں ختم کرنے کی درخواست کیں۔ گوتم بدھ نے اس کی محبت بھری سرگوشیوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔

گوتم بدھ کی تیسری آزمائش

تیسری آزمائش میں شیطان کا سردار آیا اور اس نے گوتم بدھ کو لالچ اور حرص میں مبتلا کرنا چاہا یہاں تک کہ اُسے تمام جہانوں کی حکومت دینے کے وعدے کئے۔ مگر گوتم بدھ نے ان کے وعدوں کی طرف توجہ دینے کی بجائے علم و معرفت کے حصول میں مصروف عمل رہے۔

ان آزمائشوں کے بعد گوتم مسرت کے عالم میں اس درخت کے نیچے سے اٹھے اور طمانیت قلب کا الہی نسخہ ساتھ کے کر راج گڑھی کی طرف چل دیئے تاکہ ان لوگوں کو بھی اس نسخہ سے اطمینان قلب کی دولت سے مالامال کر سکیں۔ سب سے پہلے اپنے دونوں استادوں کی طرف روانہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ وہ اس فانی دنیا سے کوچ کر چکے ہیں۔ وہاں سے بنارس کی طرف چلے۔ راستے میں ایک پرانے دوست 'اپک' سے ملاقات ہوئی مگر انہوں نے گوتم کی باتوں پر کوئی توجہ نہیں دی۔ چند روز بعد گوتم ہرن بن میں جا پہنچے یہ بن بنارس سے شمالی جانب واقع ہے وہاں گوتم کے پانچ بڑے مرید رہتے تھے۔ پانچوں نے گوتم کی طرف ذرا بھی توجہ نہ دی۔ یہاں گوتم نے اپنا مشہور وعظ "Setting in Motion The Wheel of Righteousness" راست کاری کے پہیے محرک کرنے کا دیا جس سے دائمی مسرت حاصل کی جا سکتی ہے۔ کافی دیر تک مریدوں سے گفتگو ہوتی رہی۔ آخرکار حق کے قبول کرنے کے لئے ان کا سینہ کھل گیا۔ سب سے پہلے مسن کنڈینا حلقہ ارادت میں شامل ہوا۔ بعدازاں دوسرے بھی حلقہ عقیدت میں شامل ہو گئے۔ کچھ عرصہ گوتم ہرن بن میں مقیم رہے اور لوگوں کو ابدی اور

حقیقی نجات کا پیغام پہنچاتے رہے۔ اس پیغام کے پہنچانے میں مرد عورت، امیر غریب، عالم جاہل کسی کی تفریق نہ تھی۔ امراء میں سب سے پہلے یاس نامی ایک امیر کبیر نوجوان نے پیغام کو قبول کیا۔ اس کے ساتھ اس کے ہمراہیوں کی ایک خاصی جماعت شامل ہو گئی۔

ازدیل کے جنگل میں تین بھائی فقیرانہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ ان کی عام شہرت تھی۔ گوتم ان کے پاس گئے اور دوسرا وعظ "اگنی "The Fire Sermon" دیا۔ گوتم نے انسانی احساسات کو ہوس، غضب، فریب اور نفرت کی دہکتی ہوئی آگ کا آلاؤ قرار دیا اور یہ بتایا کہ ایک دانش مند آدمی ہوس کی آگ بجھا کر دکھ اور کرب کی جڑیں دل سے باہر نکال کر پھینک سکتا ہے۔

گوتم اپنے مریدوں کو لے کر ازویل سے چلے اور مگدھ کے دارالخلافہ راج گڑھی میں آئے۔ بادشاہ نے ان کا استقبال کیا۔ یہاں "بہشت" پر ایک وعظ کیا اور بتایا کہ جنت کا دروازہ طہارت سے اور منزل مقصود عشق۔ یہاں گوتم اور ان کے مریدوں کی بہت توقیر ہوئی اور بادشاہ گوتم پر ایمان لے آیا۔ اس عرصہ میں گوتم کے والد نے پیغام بھیجا کہ مچلنا دستو آؤ اور ایک دفعہ اپنا دیدار کرا جاؤ۔ یہ پیغام حاصل کرنے کے بعد گوتم اپنے مریدوں کے ساتھ مچلنا دستو روانہ ہوئے۔ مچلنا دستو پہنچ کر شہر کے باہر ایک جھاڑی میں ڈیرہ ڈال دیا۔ ان کے والد اپنے اعزاو اقارب کو ساتھ لے کر ملنے آئے۔ لیکن ان کی زاہدانہ اور درویشانہ زندگی کو دیکھ کر خوش نہ ہوئے۔ اس تبلیغی دورہ میں بہت سے رشتہ دار اور اہل وطن آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔[1]

گوتم بدھ نے غور و فکر اور ریاضتوں کے بعد جو نظریہ پیش کیا اسے مختلف حصوں میں تقسیم کر کے مذہب کے اصول و ضوابط کا درجہ دیا گیا ہے۔ چونکہ گوتم بدھ ان اصولوں پر سختی سے کاربند تھے اس لیے ان کے پیروکاروں نے انہیں آئین مذہب بنا دیا۔

بدھ مت کے اخلاقی رویے

"بدھ کے فلسفہ کی بنیاد مخصوص اخلاقی رویوں اور اصولوں پر ہے۔ اس نے روحانی ترقی کے لئے عقائد و مسالک کا ایک مجموعہ ہی نہیں بلکہ منطقی طریقہ کار پیش کیا۔ اس کی تعلیمات نہایت سادہ اور رافع ہیں، جو چار اعلیٰ اخلاقی نیکیوں، سچائیوں پر مشتمل ہیں۔ دکھ، دکھ کی جڑ اور دکھ کے خاتمہ تک پہنچانے والی راہ، یہ حصول نروان کے معاون ہیں۔

چپ کی حالت: بدھ کا مذہب اور اخلاقیات خود انحصاری پر منحصر ہے۔ اس نے ہمیشہ ان مابعد الطبیعیاتی معاملات سے گریز کرنے کی کوشش کی جن کے لئے طویل بحث درکار ہے۔ بدھ کا مطمع نظر مسائل زندگی کا حل پیش کرنا تھا۔ یعنی دکھ اور تکالیف۔ چاہے جسم روح سے مختلف ہے یا نہیں، چاہے روح فانی ہے یا لافانی چاہے دنیا محدود ہے یا لامحدود، چاہے آواگون ہوتا ہے یا نہیں، اسے اس سے کوئی سروکار نہیں کیونکہ یہ فلسفیانہ سوالات ہیں جن کے بارے میں وہ

خاموش رہا۔ یاسیت اور رجائیت: یاسیت فلسفہ بدھ کی ایک اور اہم خصوصیت ہے۔ بدھ دنیا کو دکھ اور تکلیف سے بھرپور خیال کرتا ہے۔ اس نے کہا کہ پیدائش دکھ ہے،، بڑھاپا دکھ ہے اور موت بھی دکھ ہے۔ زندگی میں تکلیف اور دکھ ہی دکھ ہے۔ اس کا پہلا اعلیٰ ترین سچ یہ ہے کہ دکھ موجود ہے۔ تاہم ہر فرد کا فرض ہے کہ وہ نروان یا پر تکلیف دنیا کے دکھوں سے نجات حاصل کرے۔ تکالیف کا خاتمہ ہی بدھ مت کا مقصد ہے۔ بلاشبہ زندگی دکھوں سے پر ہے، لیکن ایک راہ نجات موجود ہے۔ اس نے اپنے چوتھے سچ میں کہا کہ دکھوں سے نجات پانے کی ایک راہ (مارگ) موجود ہے۔ چنانچہ بدھ کا فلسفہ یاسیت پسندی سے شروع ہونے کے باوجود، رجائیت پسندی پر منتج ہوتا ہے۔

حقیقت پسندی: بدھ نے ویدوں میں رسومات اور جانوروں کی قربانی وغیرہ جیسے اندھے اعتقادات کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا۔ وہ ویدوں کی حاکمیت بطور الہامی علم تسلیم نہیں کرتا تھا۔ اس نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ وہ سند پر نہیں بلکہ استدلال پر انحصار کریں۔ اپنی تعلیمات میں اس نے زندگی کے حقیقی تجربے پر زور دیا۔ کسی شخص، یا زندہ ہستی، انا یا زندہ وجود جیسی کوئی شئے موجود نہیں کہ جسے لافانی یا پائیدار روح کہا جا سکے۔ آتما کا نظریہ محض رواجی ہے۔

ملحدیت: بدھ مت خدا کے بغیر مذہب ہے۔ خدا کا مقام دھرم کو دیا گیا ہے۔ دھرم ہی ساری دنیا کو چلاتا ہے۔ بالخصوص ہنایان بدھ مت میں دھرم ہی کی وجہ سے کرم کے نتائج اکٹھے ہوتے رہتے ہیں اور ہر شخص کو اپنے کرموں کی مطابقت میں ہی ذہن، جسم اور دنیاوی اشیاء ملتی ہیں۔ ہنایان ملحدانہ ہے۔ چونکہ بدھ مت ویدوں کی حاکمیت سے انکار کرتا ہے، اس لیے اس مفہوم میں بدھ مت ناستک ہے۔ ہنایان مکتبہ میں بدھ کو کبھی بھی قابل پرستش یا خدا کے طور پر خیال نہیں کیا گیا"۔ [2]

بدھ مت کے چار اعلیٰ صداقتیں

"**ا۔ دکھ موجود ہے:** زندگی درد و اذیت سے بھری ہوئی ہے۔ پیدائش دکھ ہے، بڑھاپا دکھ ہے، بیماری دکھ ہے اور موت دکھ ہے۔ دکھ مسرت کا نتیجہ ہے۔ غربت، حرص، خواہش، غصہ، نفرت اور جھگڑے انسانی دکھ کی وجوہات ہیں۔

۲۔ دکھ کی ایک وجہ ہے: دوسری اعلیٰ صداقت کا تعلق دکھ کی وجوہات سے ہے۔ دکھ ایک حقیقت ہونے کی وجہ سے، اس کی لازماً کوئی علت یا وجہ بھی ہوتی ہے۔ جنم مرن کے چکر کو قائم رکھنے والی قوت محرکہ یعنی خواہش دکھ کی بنیادی وجہ ہے۔ یہ خواہش تین قسم کی ہے۔

(الف)۔ نفسانی مسرتوں کے لئے جنسی خواہش۔

(ب)۔ زندگی کا لطف اٹھانے کے لئے زندگی کی خواہش، اور

(ج) دنیاوی ثروت کے لئے دولت کی خواہش۔

تمام دکھ لگاوٹ سے پیدا ہوتے ہیں، جو بذات خود لاعلمی کا نتیجہ ہے"۔[3]

بدھ مت کے آٹھ نکاتی راستہ

"**۱۔درست نظر:** لاعلمی دکھ کی جڑ ہے۔ درست نظر کی تعریف اشیاء کی حقیقی نوعیت کے متعلق درست علم کے طور پر کی گئی ہے۔ لاعلمی دنیا اور روح کے درمیان تعلق کا غلط منظر پیدا کرتی ہے۔

۲۔درست ارادہ: دوسرے کا مطلب صحیح عزم کرنا ہے۔ دکھ کی محض جانکاری کا کوئی فائدہ نہیں، جب تک کہ ہم ایک کامل روحانی زندگی گذارنے کا عزم نہ کر لیں۔ بری سوچ، نفسانی خواہشات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے اور ایک کامل زندگی گذارنے کا عزم صمیم ہی درست ارادہ ہے۔

۳۔درست گوئی: فضائل اخلاق کے لئے جدوجہد کرنے والے کے لئے اپنی گفتگو پر قابو پانا ضروری ہے۔ درست گوئی کا مطلب دروغ گوئی سے گریز، سخت اور تحقیر آمیز الفاظ نہ بولنا، فضول گفتگو اور تنقید سے اجتناب کرنا ہے۔ ہر شخص کو دکھ دینے والی بات سے گریز کرنا اور مناسب و درست الفاظ ہی بولنے چاہئیں۔

۴۔درست رویہ: درست رویے کا مطلب کسی کی زندگی کو نقصان پہنچانے، چوری کرنے، جنس پرستی، دھوکہ دہی اور بدکاری وغیرہ جیسی سرگرمیوں سے بچناہے۔ بدھ نے بھکشوؤں، والدین، بچوں، طالبعلموں، اساتذہ، شوہر اور بیوی کے لئے طرز عمل کے مختلف ضوابط تجویز کئے ہیں۔ اس نے ایثار، فیاضی اور سب کے ساتھ ہمدردی کا سبق پڑھایا۔

۵۔ درست کمائی: اس کے مطابق ہمیں اپنی روزی روٹی ایماندار اور جائز ذرائع سے کمانی چاہیے۔ اس کے بغیر درست رویہ پوری طرح سے اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ بدھ کے مطابق ہتھیاروں، جانوروں، گوشت اور شراب وغیرہ کا کاروبار نہیں کرنا چاہیے۔ دھوکہ دہی اور برے ذرائع، مثلاً رشوت، بدعنوانی اور ڈاکہ زنی سے کمائی ہوئی دولت سے ہرگز فائدہ نہیں ہوتا۔

۶۔درست کوشش: اخلاقیات کی راہ پر چلنے والے کے لئے لازمی ہے کہ وہ برے احساسات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے اور اپنے ذہن میں برے خیالات نہ آنے دے۔ اس میں برے خیالات کے خلاف اور نیک خیالات بیدار کرنے کے لئے خود ضبطی اور مسلسل کوشش شامل ہے۔ برے خیالات سے بچنے کے طریقے مندرجہ ذیل ہے۔

1. کسی اچھے خیال پر سوچوں کو مرکوز کرنا۔
2. بری سوچ پر عمل کے نتائج کا تجزیہ کرنا۔
3. بری سوچ کی علت کا تجزیہ کرنا اور اس کے نتائج کو روکنا۔
4. جسمانی کوششوں کے ذریعہ ذہن کو قابو میں رکھنا۔
5. دھرم کی پابندی کرنا۔

۷۔درست تفکر: اس کا مطلب جسم، ضمیر اور ذہن کو ان کی حقیقی حالت میں مستحکم رکھنا ہے۔ برے خیالات صرف تبھی ذہن پر غلبہ پاتے ہیں جب ان کی حقیقی حالت کو بھلا دیا جائے۔ درست تفکر میں جس کی ناپاکیوں، مسرت، دکھ اور ذہنی و جسمانی تکالیف وغیرہ کی یاد دہانی کرتے رہنا شامل ہے۔ بدھ نے تعلیم دی کی جسم مٹی، پانی، آگ اور ہوا سے مل کر بنا ہے۔ ہمارے جسم کا شعور اور اپنے یا کسی اور جسم کے ساتھ لگاوٹ ہمیں اس قسم کی غیر ضروی تمنا اور رغبت سے بچنے میں مدد دیتی ہے۔

۸۔درست مراقبہ: ان سات اخلاقی طرز عمل کے ضوابط کو اپنانے اور ان کا تجربہ کرنے والا شخص مراقبہ کی راہ پر قدم رکھنے کے لئے پوری طرح تیار ہوتا ہے۔ یہاں فضائل اخلاق کا متمنی اپنے پاکیزہ ذہن کو سچائی اور استدلال پر مرکوز کرتا ہے"۔[4]

بدھ مت کے پانچ فرمان

1) "کسی زندہ شئے کو مت مارو۔
2) جو تمہیں نہیں دیا گیا اسے مت لو۔
3) جھوٹ مت بولو۔
4) نشہ آور مشروبات مت پیو۔
5) بدکاری نہ کرو"۔[5]

بدھ مت کے مذہبی مکاتب

"بدھ کی وفات کے ایک سو سال بعد بدھسٹ جماعت (سنگھ) وسیع پیمانے پر دو مکاتب میں تقسیم ہو گئی۔ ا۔ہنایان۔ ۲۔ مہایان۔ مہا (اعلیٰ یا عظیم) یان (سواری) بنیادی طور پر ہی ہنا (کمتر یا پست) یان (سواری) سے اپنی اخلاقیات، عقائد، خانقاہی زندگی اور تصور بدھ میں اختلاف رکھتا ہے۔ ہنایانی حقیقی پرانے بدھ مت کے پیروکار ہیں جو اپنی نوعیت میں بنیاد پرستانہ ہے۔ ہنایان ایسا مذہب ہے جو خدا کے وجود سے انکار کرتا ہے۔ یہ ملحدانہ ہے۔ ہنایان میں سنگھ موجو ہے۔ دھرم کو خدا کی حیثیت دی گئی۔ چنانچہ یہ مسلک میں خدا سے منکر ہے، تاہم عملی طور پر بدھ کی عبادت کی اجازت دیتا ہے۔ کوئی ایسی بھگتی موجود نہیں جو کسی زندہ خدا پر دلالت کرتی ہو۔ مہایان مکتب ترقی پسند اور سادہ ہے۔ یہ ہمیں خدا، روح اور انسانی مقدر کے مثبت تصورات فراہم کرتا ہے۔ مہایان فرقے کے متلاشی حق 'بودھستو' کی حالت پانے کی جستجو کرتے ہیں۔ مہایان میں بدھ قابل پرستش بت بن گیا اور مطلق وجود سے مشابہ قرار دیا جانے لگا۔ مہایان فرقے کے لئے بدھ کی شفقت اور رحمت انسان کی عالمگیر نجات تک بھی لے جا سکتی

ہے۔ مہایان ایک ماورائی حقیقت پر یقین رکھتا ہے، اور بدھ اس ماورائی حقیقت سے مشابہ ہے۔ یہ دنیا کی مطلق حقیقت سے انکار کرتا ہے۔ دنیا مظہراتی ہے اور مطلق طور پر حقیقی نہیں"۔[6]

بدھ مت میں عقیدہ نروان

"لفظ نروان کا مطلب بجھ جانا، یا خواہشات یا تمناؤں کا معدوم ہو جانا ہے۔ یہ محض معدومیت ہی نہیں، بلکہ کسی شخص کی حالت طمانیت بھی ہے۔ نروان کی حالت میں خواہش اور جذبات ختم ہو جائے ہیں اور نجات یافتہ شخص ادھر ادھر جانے کی بجائے قطعی سکون حاصل کر لیتا ہے۔ نروان ایجابی لطف کے ساتھ عینیت رکھتا ہے۔ یہ پاکیزہ طمانیت اور حقیقی علم دیتا ہے۔ تسخیر ذات کر لینے والا شخص شہوت سے آزاد ہو جاتا ہے۔ وہ مزید کوئی تمنا نہیں کرتا۔ شعلہ خواہش کو جلتے رہنے کے لئے مزید کوئی مواد نہیں مل پاتا۔ خواہش اور شہوت کا یہ شعلہ بجھ جانے پر حالت عرفان حاصل ہوتی ہے۔ حالت عرفان میں کوئی لاعلمی، دکھ، تکلیف، بیماری اور موت موجود نہیں ہوتی"۔[7]

بدھ مت میں نظریہ لاروح

"بدھ کے مطابق تبدیلی حقیقت ہے۔ یہ اشارہ دیتی ہے کہ جو کچھ بھی حقیقی ہے وہ دائمی نہیں۔ قانون تغیر ہمہ گیر ہے۔ چنانچہ بدھ کسی دائمی روح پر یقین نہیں رکھتا۔ وہ روح یا نفس کے وجود سے انکار کرتا ہے۔ جسے ذہن کہتے ہیں وہ تصورات و خیالات کا بہاؤ ہے۔ سوچیں، احساسات، خواہش وغیرہ ایک لمحے کی پیداوار ہیں۔ ہمارا ذہنی عمل شعور کے ایک بہاؤ جیسا ہے۔ اس بہاؤ سے ماورا کوئی دائمی روح موجود نہیں۔ روح ادراکات کا بہاؤ ہے۔ لہٰذا بدھ نے لاروح کے نظریہ پر زور دیا۔ بدھ نے زندگی کے تسلسل کی وضاحت چراغ کی لو کی مثال کے ساتھ کی۔ لو، ہر لمحے تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ بدھ دوبارہ جنم اور قانون کرم پر یقین رکھتا ہے۔ تاہم، وہ اس مفہوم میں آواگون کا ماننے والا نہیں کہ روح ایک جسم سے نکل کر دوسرے جسم میں داخل ہو جاتی ہے۔ دو جنم مختلف ہوتے ہیں۔ بدھ کے مطابق موجود نہ رہنے والی روح سے غیر ضروری لگاؤ دکھ کی وجہ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تمام تکالیف کی جڑ 'میں' کے احساس میں ہے۔ تصور ملکیت اور میرا اور تمہارا کا احساس روح کے غلط تصور کی وجہ سے ہے۔ روح کا ادراک اور نظارہ نہیں کیا جا سکتا، اس لیے اس کا کوئی وجود نہیں۔ اس نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ روح کے متعلق فضول بحث میں نہ الجھیں۔ روح ہمارے تجربہ اور استدلال سے ماورا ہے"۔[8]

بدھ مت کے صحائف

"پٹک کے طور پر مشہور بدھسٹ صحائف تین حصوں میں تقسیم ہیں، یعنی

(الف) ستیہ پٹک (انکشافات کی کتاب)۔

(ب) ونیہ پٹک (تربیت کی کتاب)

(ج) ابھیدم پٹک (فلسفہ کی کتاب)۔

پِٹک کا لفظی مطلب ٹوکری یا پٹاری ہے۔ بدھ کے اقوال اور تعلیمات کو تحریر کرنے کے بعد مختلف ٹوکریوں میں رکھا جاتا تھا، غالباً یہیں سے ان کا نام پٹک پڑ گیا"۔[9]

بدھم، دھرم اور سنگھ

"بدھ مت میں تین چیزیں اہم ہیں۔ بدھ، جو دنیا کا آقا، اسے بچانے اور دوبارہ وجود میں لانے والا ہے۔ دھرم بدھ کے مذہب کی شریعت ہے، جو ابدی ہے اور یہ دنیا دھرم یا راستبازی کے قوانین کی ہی پیروی کرتی ہے۔ سنگھ یا جماعت بدھسٹ برادری کی تنظیم ہے۔ یہ تنیوں 'تثلیث' کہلاتے ہیں۔ ہر بدھسٹ چاہے ایک بھکشو، بھکشنی یا گرہست، کے لئے ضروری ہے کہ صبح، دوپہر اور شام کے وقت اس بارحمت تثلیث کو سلام اور اس پر غور و فکر کرنے کے علاوہ یہ منتر دوہراتا رہے۔ بدھم شرنم گچھامی (بدھ میں پناہ مانگتا ہوں)۔ دھمم شرنم گچھامی (دھرم میں پناہ مانگتا ہوں)۔ سنگھم شرنم گچھامی (سنگھ میں پناہ مانگتا ہوں"۔[10]

موسم برسات کے اختتام پر گوتم بدراج گڑھی سے چل کر سلطنت کوسل کے پایہ سلطنت سراوہتی کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں ایک متمول سوداگر رہتا تھا۔ جس نے گوتم بدھ اور ان کے مریدوں کے لئے ایک وسیع جنگل نامزد کر دیا۔ یہاں بڑے بڑے وعظ اور مناظرے ہوئے۔ گوتم بدھ مختلف علاقوں میں جاتے اور وعظ کرتے رہتے۔ ۴۸۸ ق م میں اپنی سالگرہ کے دن گوتم نے انتقال کیا"۔[11]

دوسرے مذاہب سے مکالمہ کرنے کے آداب

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے خیالات دوسرے انسانوں تک پہنچانے کی صلاحیت عطا کی ہے۔ جوں جوں انسان ترقی کے منازل طے کرتا ہے وہ اپنے جذبات و احساسات اور خیالات و نظریات کی تبلیغ کے لئے مختلف ذرائع استعمال میں لاتا ہے۔ انسان جو بھی ذریعہ استعمال کرے اس میں ادب و احترام کے ساتھ ساتھ حکمت کی صفت بھی ہونی چاہیے۔ لیکن بعض دفعہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کسی نظریہ یا کسی مذہب کے بارے میں کوئی مخالف نظریہ یا مذہب رکھنے والا جب اس مذہب کے مطلق بات کرتا ہے تو شروع ہی سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ اس مذہب کا مخالف ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ کسی خاص مذہب پر ایمان رکھنے کے باوجود اپنے مخالف نظریات یا مذاہب کا تعارف اس طرح پیش کرے کہ گویا وہ ان کا مخالف نہیں ہے اور مسئلہ کو علمی اور تجزیاتی لہجہ اور مکمل علمی ایمان کے ساتھ لے کر آگے بڑھے۔ قرآنِ مجید کی مندرجہ ذیل آیات میں جو اصول و آداب کا ذکر ہے اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

1. اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ O ترجمہ: "آپ اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ دعوت دیں اور ان سے اس طریقہ سے بحث کریں جو بہترین طریقہ ہے۔ (125:16)
2. قُلْ هُوَ الَّذِي أَنشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَO ترجمہ: "آپ کہہ دیجئے کہ خدا ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے اور اسی نے تمہارے لیے کان، آنکھ اور دل قرار دیے ہیں۔ مگر تم میں سے بہت کم لوگ شکریہ ادا کرنے والے ہیں۔ (23:67)
3. وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ترجمہ: "اور جس چیز کے بارے میں تمہیں علم و یقین نہ ہو اس پر بھروسہ نہ کرنا کہ روز قیامت سماعت، بصارت اور قوت قلب سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (36:17)
4. قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَO ترجمہ: "کہتے ہیں کہ ہم اس کا اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا یہ ایسا ہی کریں گے چاہے ان کے باپ دادا بے عقل ہی رہے ہوں اور ہدایت یافتہ نہ رہے ہوں۔ (170:2)
5. لِّيَجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ إِن شَاءَ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًاO ترجمہ: "تاکہ خدا صادقین کو ان کی صداقت کا بدلہ دے اور منافقین کو چاہے تو ان پر عذاب نازل کرے یا ان کی توبہ قبول کرلے کہ اللہ یقیناً بہت بخشنے والا اور مہربان ہے۔" (24:33)
6. وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَاO ترجمہ: "اور جب بات کہو تو اگرچہ قرابت مند ہی ہو انصاف کا پاس کرو۔" (152:6)
7. فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَO ترجمہ: "پس تم کو جو حکم دیا گیا ہے کہ اس کو کھول کر سنا دو اور مشرکین کی مطلّقا پرواہ نہ کرو۔" (94:15)

مذکورہ تمام آیات میں انسان کو اچھی بات، بہترین پیرائے میں بیان کرنے کے علاوہ دلیل و برہان کو اہمیت دینے کی تلقین کی گئی ہے کیونکہ تمام انسانوں کی عقلی استعداد برابر نہیں ہوتی، ہر انسان کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مختلف ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر فرد سے اس کی عقلی استعداد اور عقل و فہم کے مطابق بازپرس کرے گا۔ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں پر ایک طرح کا بوجھ نہیں ڈالتا بلکہ ان کی صلاحیتوں کے مطابق بوجھ ڈالتا۔ اس اعتبار سے مکالمے میں جن آداب کا خیال رکھنا ضروری ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

حق گوئی مکالمے کی پہلی شرط ہے

مکالمے کے وقت سچ اور حق گوئی سے کام لینے سے مدمقابل کا دل حق کو قبول کرنے کے لئے نرم ہوتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ سچائی کی عادت انسان کو بہت سی برائیوں سے بچاتی ہے۔ جو سچا ہو گا وہ ہر برائی سے پاک رہنے کی کوشش کرے گا، وہ راست باز ہو گا، راست گو ہو گا، ایماندار ہو گا، وعدہ پورا کرے گا۔ اس کے اندر وفائے عہد جیسی عظیم عادت ہو گی اور سچائی اور حق گوئی انسان کو دلیر بناتی ہے اور لوگ بھی اس کے قول و فعل پر اعتبار کرتے ہیں۔ سچ اللہ کی صفت ہے۔

وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنزِلَ إِلَيْنَا وَأُنزِلَ إِلَيْكُمْ وَإِلَٰهُنَا وَإِلَٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ O

ترجمہ: "اور اہل کتاب سے مناظرہ نہ کرو مگر اس انداز سے جو بہترین انداز ہے علاوہ ان کے جو ان میں سے ظالم ہیں اور یہ کہو کہ ہم اس پر ایمان لائے ہیں جو ہماری اور تمہاری دونوں کی طرف نازل ہوا ہے اور ہمارا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے اور ہم سب اسی کے اطاعت گذار ہیں۔"

(46:29)

مولانا مودودی اس ضمن میں "تفہیم القرآن" میں لکھتے ہیں کہ مباحثہ معقول دلائل کے ساتھ، مہذب اور شائستہ زبان میں اور افہام و تفہیم کی سپرٹ میں ہونا چاہیے تاکہ جس شخص سے بحث کی جا رہی ہو اس کے خیالات کی اصلاح ہو سکے۔ مبلغ کو فکر اس بات کی ہونے چاہیے کہ وہ مخاطب کے دل کا دروازہ کھول کر حق بات اس میں اتار دے اور اسے راہ راست پر لائے۔ اس کو ایک پہلوان کی طرح نہیں لڑنا چاہیے جس کا مقصد اپنے مدمقابل کو نیچا دکھانا ہوتا ہے۔ بلکہ اس کو ایک حکیم کی طرح چارہ گری کرنے چاہیے جو مریض کا علاج کرتے ہوئے ہر وقت یہ بات ملحوظ رکھتا ہے کہ اس کی اپنی کسی غلطی سے مریض کا مرض اور زیادہ نہ بڑھ جائے، اور اس امر کی پوری کوشش کرتا ہے کہ کم سے کم تکلیف کے ساتھ مریض شفایاب ہو جائے۔

احترام مکالمے کی دوسری شرط ہے

مکالمے میں فریق ثانی کی خوبیوں کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں عزت واحترام دیناچاہیئے۔ تاکہ فرق ثانی کی عزت نفس مجروح نہ ہوجائے اور وہ نہایت توجہ کے ساتھ دلائل کو سن سکے: وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِم مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ O ترجمہ: "اور خبردار تم لگ انہیں برا بھلا نہ کہو جن کو یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہیں کہ اس طرح یہ دشمنی میں بغیر

سمجھے بوجھے خدا کو برا بھلا کہیں گے ہم نے اسی طرح ہر قوم کے لئے اس کے عمل کو آراستہ کر دیا ہے اس کے بعد سب کی بازگشت پروردگار ہی کی بارگاہ میں ہے اور وہی سب کو ان کے اعمال کے بارے میں باخبر کرے گا۔" (108:6)

مولانا مودودی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ نصیحت نبی ﷺ کے پیرووں کو کی گئی ہے کہ اپنی تبلیغ کے جوش میں وہ اتنے بے قابو نہ ہو جائیں کہ مناظر و بحث و تکرار سے معاملہ بڑھتے بڑھتے غیر مسلموں کے عقائد پر سخت حملے کرنے اور ان کے پیشواؤں اور معبودوں کو گالیاں دینے تک نوبت پہنچ آئے، کیونکہ یہ چیز ان کو حق سے قریب لانے کے بجائے اور زیادہ دور پھینک دے گی۔[12]

جبکہ محمد کرم شاہ الازہری، تفسیر ضیاء القران، ج1 میں یوں رقمطراز ہیں: مبلغ اگر صحیح تربیت یافتہ نہ ہو تو اپنے نظریات و عقائد کی تبلیغ و اشاعت کے جوش میں وہ حد اعتدال سے تجاوز کر جاتا ہے اور معقولیت کا دامن اس کے ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے نظریات اور عقائد کے متعلق اس کے سامعین کے دلوں میں نفرت اور تعصب پیدا ہو جاتا ہے اور بسااوقات نوبت گالی گلوچ ہو جاتی ہے۔ اس آیت سے مبلغین اسلام کی تربیت مقصود ہے تاکہ وہ اسلام کی دعوت کو پوری شائستگی اور متانت سے پہنچانے کے لئے تیار ہو جائیں۔ انہیں حکم دیا کہ مشرکین کے باطل خداؤں کو برا بھلا نہ کہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مشتعل ہو کر تمہارے معبود حق کی جناب میں گستاخی کرنے لگیں اس انداز سے انہیں اسلام کا پیغام پہنچاؤ اور ان کے عقائد باطلہ کی تردید کرو کہ انہیں تمہاری دعوت قبول کرنے کے بغیر کوئی چارہ کار ہی نہ رہے۔

مولانا محمد شفیع اس حوالے سے تفسیر معارف القرآن، ج3 میں لکھتے ہیں: جو کام اپنی ذات کے اعتبار سے جائز بلکہ کسی درجہ میں محمود بھی ہو مگر اس کے کرنے سے کوئی فساد لازم آتا ہو، یا اس کے نتیجہ میں لوگ مبتلائے معصیت ہوتے ہوں تو وہ کام بھی ممنوع ہو جاتا ہے، کیونکہ معبود انِ باطلہ یعنی بتوں کو برا کہنا کم از کم جائز تو ضرور ہے، اور ایمانی غیرت کے تقاضے سے کہا جائے تو شاید اپنی ذات میں ثواب اور محمود بھی ہو، مگر چونکہ اس کے نتیجہ میں یہ اندیشہ ہو گا کہ لوگ اللہ جل شانہ کو برا کہیں گے تو بتوں کو برا کہنے والے اس کی برائی کا سبب بن جائیں گے۔ اس لیے اس جائز کام کو بھی منع کر دیا گیا۔

گلگت بلتستان میں بدھ مذہب کے آثار

گلگت بلتستان میں بدھ مذہب کے پیروکار نہیں ہیں۔ البتہ بدھ مت کے آثار اب بھی پائے جاتے ہیں اور یہ آثار استوپ یعنی تعمیرات اور شبیہوں کی شکل میں موجود ہیں اس کے علاوہ اس مذہب سے متعلق تحریریں بھی دریافت ہوئی ہیں جن میں مہاتما بدھا کے فرامین درج تھے۔ بدھ مت کے ان آثار پر بات کرنے سے پہلے

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم گلگت بلتستان کا مختصراً تعارف پیش کریں تاکہ ہمیں یہ معلوم کرنے میں آسانی ہو گی کہ بدھ مذہب ان دور دراز علاقوں میں کیسے پہنچا؟ اور بدھ مت کی تبلیغ کے لئے کون سا طریقہ اُس دور میں اپنایا گیا؟ گلگت بلتستان کے کن علاقوں پر اور کس شکل میں بدھ مذہب کے آثار محفوظ ہیں؟

گلگت بلتستان کا مختصراً تعارف

گلگت بلتستان کو تقریباً باسٹھ سالوں تک شمالی علاقہ جات کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ موجودہ وفاقی حکومت نے گلگت بلتستان کو صوبے کے طرز پر انتظامی ڈھانچے میں شامل کیا ہے۔ ''شمالی علاقہ جات پاکستان کے شمال میں نہایت خوبصورت اور دلکش علاقوں میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ علاقے تقریباً 72494 مربع کلومیٹر کے وسیع و عریض رقبے پر پھیلے ہوئے ہیں اور یہ پانچ اضلاع پر مشتمل ہیں جو گلگت، غذر، دیامر، سکردو اور گھانچے کہلاتے ہیں۔ نگر، ہنزہ، یاسین اور گوپس (کی کچھ آبادی) کے علاوہ ضلع گلگت، ضلع دیامر اور ضلع غذر کو ایک ہی ثقافتی زون سمجھا جاتا ہے۔ ارض شمال کے یہ پانچ اضلاع پاکستان کے انتہائی شمال میں واقع ہیں۔ گلگت شمالی علاقہ جات کا دارالخلافہ اور تجارتی مرکز ہے''۔[13]

''گلگت بلتستان میں انتہائی حسین قدرتی مناظر کے ساتھ یہاں ''بہت سے مقامات پر ٹھنڈے اور گرم پانی کے چشمے ابلتے ہیں، جن کا پانی لوگ مختلف بیماریوں کے بطور علاج استعمال کرتے ہیں اور شفایاب ہوتے ہیں۔ رائیکوٹ چلاس کے ابلتے ہوئے چشمے، بر، بڈلس، برست، دماس، پونیال، گرونجر، درکوت، ایمت اور مرتضیٰ آباد ہنزہ کے چشمے علاقہ ہائے گلگت، غذر و دیامر میں بہت مشہور ہیں''۔(۲۶)[14]

ان چشموں کے بارے میں مقامی لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ چشمے شروع سے ہی یہاں موجود نہیں تھے بلکہ بعض بزرگان مذہب نے ان چشموں کو جاری کرایا۔ اس لیے آج بھی لوگ ان چشموں کو نہایت ادب و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ بعض دنیل (کاہن) پانچ، سات، دس، بیس یا چالیس چشموں کا پانی جمع کر کے اس کے ذریعے لوگوں کا علاج کرتے ہیں۔ خصوصاً بےاولاد جوڑوں اور جادو سحر سے متاثر لوگوں کو ان چشموں کے پانی کی اشد ضرورت رہتی ہے۔

گلگت بلتستان کے پہاڑوں پر کندہ کاری

یعنی گلگت بلتستان کے پہاڑوں پر جو کندہ کاریاں اب تک دریافت ہوئی ہیں۔ان کا تعلق سیاست، معیشت، معاشرت، ثقافت اور مذہب سے ہے۔ یعنی اس دور کے متمدن علاقوں سے بھی لوگ یہاں سے گزرے ہیں۔ کچھ شکار کی غرض سے، کچھ کاروبار کی غرض سے، کچھ سیر و سیاحت کی غرض اور کچھ لوگ اس کو گزر گاہ کے

طور پر استعمال کرتے تھے۔ ظاہر یہ سفر لمحوں پر محیط نہیں تھا بلکہ مہینوں اور سالوں پر محیط ہوتا تھا۔ پھر قدرتی آفتوں مثلاً سیلاب، آندھی، طوفان اور موسم کی خرابی کے علاوہ انسانی مجبوریاں یعنی بیماری، زاد راہ کی کمی وغیرہ کا بھی انہیں سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اس لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ لوگ جتنا عرصہ یہاں رہے انہوں نے بھرپور زندگی گزاری۔ مذہبی رسومات بھی ادا کرتے تھے۔ پیدائش اور اموات کے مراسم بھی انجام دیتے تھے۔ دفاعی طریقوں پر بھی عمل کرتے تھے۔ شکار بھی کرتے تھے۔ اور راستوں کی نشاندہی کے مروجہ طریقوں کو بھی اپناتے تھے۔ اس ضمن میں یہاں کے اہل قلم لکھتے ہیں:

”شمالی پاکستان کے بلند پہاڑی علاقوں میں ہندوکُش، مغربی ہمالیہ اور قراقرم کے سنگم کے مقام پر دریائے سندھ کے بالائی حصے کے کنارے کے ساتھ ساتھ چٹانوں پر اپنی نوع میں منفرد اور دنیا کے سب سے بڑے مجموعوں میں شمار ہونے والا کندہ کاریوں کا مجموعہ پایا جاتا ہے۔ یہ کندہ کاریاں کوہستان سے بلتستان اور اس سے بھی آگے لداخ اور تبت تک چٹانوں کی ڈھلانوں اور ان کے عمودی پہلوؤں پر پھیلی ہوئی ہیں۔ ابتدائی نوحیاتی دور سے اس علاقے کی آب و ہوا شدید بارشوں کے زیر اثر تھی۔ جس کی وجہ سے وادیوں میں بھی خوب نباتات اگتی تھی۔ اس کے نتیجے میں وہاں قسم قسم کے جنگلی جانور بھی پائے جانے لگے۔

ان موافق حالات کے پیش نظر شکاریوں کے گروپوں کی توجہ اس پہاڑی علاقے کی طرف مبذول ہو گئی جنھوں نے یہاں کی چٹانوں پر پہاڑی بکروں، پیچ دار سینگوں والی بکریوں (مارخور) نیلی بھڑوں جیسے جانوروں کے ابتدائی تصویروں کے علاوہ شکار کے مناظر اور انسانوں کی مختلف قسم کی تصویریں بھی بنائیں۔ جنگلی جانوروں اور شکار کے مناظر کی صرف چند تصویریں واضح طور پر دو ہزار سال قبل مسیح کی ہو سکتی ہیں۔ اشکومن اور یاسین میں کلاں سنگی (پتھروں سے تعمیر کردہ) گول قبریں بھی اسی دور کی معلوم ہوتی ہیں۔ پہلے ہزار سال قبل مسیح کے آغاز کے ساتھ ہی وادی سندھ کے بالائی حصہ میں ایک نئی قوم داخل ہوئی جن کا تعلق شاید سیتھین یا ساکن قبیلوں سے ہو سکتا ہے۔ بسولے کی مدد سے تراشی گئی نمایاں طور پر یوریشیائی انداز کے جانوروں کی تصاویر وسطی ایشیاء کے میدانی علاقے کے ان خانہ بدوشوں کی باقیات ہو سکتی ہیں۔

چھٹی صدی قبل مسیح میں ہخامشی سلطنت کی مشرق کی سمت توسیع کے نتیجے میں ہندوستانی صوبہ گندھارا اور سندوس (سندھ) کے قیام کے ساتھ دریائے سندھ کی بالائی وادی میں بھی ایرانی اثرات پھیل گئے۔ یہ اثرات چٹانوں پر نہایت مہارت سے کندہ جنگجوؤں، سٹائلائزڈ گھوڑوں، افسانوی مخلوقات

میں ایک ٹانگ پر کھڑے ہونے کی خاصیت رکھنے والی تصویروں میں خاص طور پر دکھائی دیتے ہیں۔گلگت بلتستان میں زمانہ قبل از تاریخ کی بود و باش اور دیگر حالات سے آگاہی کے لئے قابل اعتبار مواد نہ ہونے کے برابر ہے۔علاقے میں جو آثاریاتی شواہد موجود ہیں ان کی مدد سے ماہرین وسطی ہجری دور سے فروغ اسلام تک کی گمشدہ کڑیاں تلاش کرنے میں مصروف ہیں جس میں انہیں جزوی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔یہ جملہ آثاران دیو قامت چٹانوں پر کندہ ہیں جو قدیم گزرگاہوں یا دریا کے حاشیوں پر واقع ہیں۔اس قسم کے سنگی نقوش کا مطالعہ مقامی جغرافیائی حقائق کے ساتھ ساتھ ماورائے پامیر علاقہ (زنگ ژیانگ) لداخ،تبت، سائبیریا، کشمیر اور سوات کے حوالے سے بھی کیا گیاہے۔ایک وسیع منطقہ پر پھیلے ہوئے ان کندہ کاریوں میں ایک تاریخی ربط نظر آتا ہے۔

گلگت بلتستان میں فکر نگاری(Ideography)تصویر نویسی (Pictography) اور صوت نویسی (Hierography)کے یہ نادر سنگی نمونے چلاس، شتیال، نوپورہ، گلگت، تھلپن، رائیکوٹ پل، ہنزہ، یاسین اور سکردو میں پائے جاتے ہیں۔گلگت بلتستان کے راک آرٹ اور پامیر والتائی نقوش میں بھی مشابہت پائی جاتی ہے۔یہاں کی قدیم ترین تاریخ غار نشین سماج(Troglodyte Society) اور سنگی فن پاروں کے آغاز سے شروع ہوتی ہے۔ماہرین اس بات سے بھی متفق ہیں کہ چھ ہزار دو سو سے لے کر نو ہزار پانچ سو سال قبل مسیح کے دوران پاکستان کے یہ شمالی خطے شدید بارشوں کی زد میں رہے۔نتیجہ یہ کہ یہاں زبردست ہریالی ہوئی۔جہاں سبزہ و شجر ہو وہاں جنگلی حیات تو لازمی ہے۔لہٰذا دور دراز کے بعض آوارہ وطن شکاری گروہ ان خطوں کی طرف بھی متوجہ ہوئے۔انہوں نے موسمی یا عارضی قیام کے دوران یہاں کی چٹانوں پر خمدار سینگوں والے بکروں اور نیلی بھیڑوں کی بھدی شکلیں کندہ کیں۔

ہو بہو اس طرح کے نقوش مغربی ایشیاء اور سائبیریا کی چٹانوں پر بھی کندہ ہیں۔ان اشکال میں مشابہت کی ایک وجہ ایک ہی شکاری گروہ (Hunting Band) کا آرٹ ہے جو تین ساڑھے تین ہزار سال قبل مسیح سے متعلق ہے۔ اشکومن اور یاسین میں موجود کلاں سنگی دائرے (Megalith Circles) بھی اس زمانے کے مدفن خیال کیے جاتے ہیں۔یوریشیائی انداز کے جانوروں کی تصویریں سیتھین (Scythian) قبائل کی بنائی ہوئی ہی جو پہلی ہزاریہ قبل مسیح میں یہاں وارد ہوئے۔یہ تصویریں بسولے کی چوٹ سے بنائی گئی ہیں۔اس سے ثابت ہوتاہے کہ سیتھین (Scythian) قبائل دھاتی اوزار لے کر آئے تھے یا بنانے پر قادر تھے۔اس طرح کی تصویر یا علامت نگاری کا پھیلاؤ

سندھ کے بالائی علاقوں سے لے کر تبت تک ہے۔ شکاریوں کے بعد کلاں سنگی معماروں (Megalith Builders)کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے غالباً مسقّف رہائش اختیار کی، زینہ نما کھیت بنائے اور برفانی نالوں کے پانی سے کاشتکاری کا آغاز کیا"۔[15]

پیغامات اور عقائد

گلگت بلتستان کے مختلف علاقوں سے گزرنے والوں نے جب یہاں پر زندگی گزارنے کے اسباب کو دیکھا تو ان میں سے بعض یہاں رکے رہے اور ان علاقوں کو اپنا مسکن، اور مستقل رہائش کے لئے منتخب کیا۔ پہاڑی سلسلوں اور دشوار گزار راستوں کی وجہ سے یہاں بسنے والوں کا ایک دوسروں سے رابطہ بہت کم رہتا تھا۔ ماہرین کا یہ بھی کہنا ہے کہ گلگت بلتستان میں بولیوں کی کثرت (مختلف زبانیں) کی ایک وجہ ایک دوسروں سے قطع تعلق بھی ہے۔ اس کے علاوہ یہاں مختلف النسل، مختلف زبان بولنے والے اور مختلف علاقوں سے لوگ آکر آباد ہوئے ہیں۔ ہر گاؤں میں اُس دور کے لحاظ سے اسباب زندگی مہیا تھے اس لیے انہیں اس گاؤں سے نکلنے کا بہت کم موقع ملا۔ دشوار گزار پہاڑی راستوں پر یہاں سے گزرنے والوں نے اس دور کے ممکنہ وسائل کے ذریعے پہاڑوں پر کچھ نہ کچھ لکھتے تھے۔ یعنی اس گاؤں سے آگے گاؤں کیسے پہنچا جا سکتا ہے؟ پانی کہاں ہے؟ شکار کس قسم کا ہے؟ مشکلات کیا ہیں؟ اسباب کیا ہیں؟ اور مذہب کون سا ہے؟ ماہرین کا کہنا ہے کہ:

"گلگت بلتستان میں اقوام سابقہ کے حیرت انگیز اور متنوع آثار باقی ہیں۔ یہ نقوش پارینہ چٹانوں پر کندہ علامت نگاری (Ideography) اور قدیم خط تصویری (Pictography) کے علاوہ تعمیرات و مقابر کی صورت میں موجود ہیں۔ جرمن ماہر آثار قدیمہ پروفیسر ہیرالڈ ہاپٹمین کی تحقیق کے مطابق ان علاقوں میں واضح بشری سرگرمیوں کا آغاز لگ بھگ تین ہزار سال قبل مسیح سے ہوا۔ شکار کے لئے سرگرداں جتھے، رسوم پرست انسان اور قریبی زمانے کے اسپ سوار تجارتی طائفوں نے چٹانوں پر اپنے خیالات، عقائد اور پیغامات کندہ کیے۔ مغربی ماہرین اثریات انیسویں صدی میں ان علاقوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ اولین میں ہنگری کے۔کے ای اج فلوی، سر آرل سٹین اور جرمنی کے۔اے ایچ فرینکے شامل ہیں۔ مسٹر فلوی نے ۱۸۸۴ء میں بلتستان کے سنگی نقوش پر کام کیا۔ مسٹر فرینکے یوں تو ماہر لسانیات تھے تاہم انہوں نے لداخ میں موجود آثاریات پر سائنسی انداز سے کام کیا۔

۱۹۸۴ء میں جرمنی کے پروفیسر کارل جٹمار ضلع دیامر کی طرف متوجہ ہوئے۔ اب ہائیڈل برگ جرمنی میں باقاعدہ ریسرچ سنٹر قائم کیا گیا ہے جس کے سربراہ مسٹر ہاپٹمین ہیں۔ گلگت بلتستان کی چٹانوں پر خروشتی، براہمی، سوگدی ین، شاردا اور قدیم چینی زبان میں تحریریں کندہ۔ مغربی جامعات کا اپنا ایک اعلیٰ معیار ہے۔ وہاں

آج بھی معدوم مشرقی زبانوں کے ماہرین موجود ہیں۔ گیرارڈ فسمین خروشتی کے ماہر ہیں۔ اوسکروان ہنوبر براہمی شناس، نکولس سمس ولیمز سوگدی ین مفسر اور تھامس اوہالمین قدیمی چینی زبان کی گتھیاں سلجھاتے ہیں"۔[16]

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے کہ آج مغرب میں مختلف علوم کے ماہرین پائے جاتے ہیں تو اس کے پیچھے ان کے اسلاف کی قربانیاں ہیں یعنی بہت سے ممالک کے اہل علم حضرات ان علاقوں پر آئے ہیں اور آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے وہ یہاں کے قدرتی مناظر، قدرتی نعمتوں اور انسانی آبادیوں کے قدیم اور جدید طرز تعمیر کے علاوہ زبان، ثقافت، رسم و رواج اور رہن سہن کو عملی طور پر دیکھتے ہیں اور ان معلومات کے پس منظر سے اپنی قوم کو آگاہ کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے ہاں ادارے وجود میں آئے ہیں۔ اس وقت صورتحال کچھ اس طرح ہے گلگت بلتستان سے متعلق معلومات لینے کے لئے یہاں کے اہل علم اور دانشور مغربی جامعات یا وہاں کے دانشوروں سے رابطہ کرتے ہیں۔

مہاتمابدھا سے منسوب استوپ اور تحریریں

گلگت بلتستان میں بدھ مذہب سے متعلق آثار دو طرح سے ملتے ہیں۔

(الف) استوپ (Stupa)۔ یعنی تعمیرات اور شبیہیں۔ جہاں تک تعمیرات کی بات ہے تو یہاں کے اہل علم حضرات کا کہنا ہے کہ نلت اور ہیزل میں باقاعدہ تعمیرات تھیں۔ مہاتمابدھا کی شبیہیں نپورہ گلگت، بُرپونیال، تھلپن، چیلاس، شتیال اور منٹھل بلتستان کے پہاڑوں پر اب بھی موجود ہیں۔

(ب) تحریریں۔ تحریروں میں ایک شکل جتاکا کہانیوں پر مبنی ہوتی ہیں۔ یعنی مہاتمابدھا کی پیدائش سے موت تک کی باتیں۔ جو گلگت بلتستان میں نہیں پائی جاتی ہیں جبکہ دوسری شکل فرامین بدھا کی ہیں۔ ۱۹۳۱ء کو نپورہ گلگت میں مٹی کے ٹھیکریوں پر فرامین دریافت ہوئے تھے جو سنسکرت زبان میں لکھے ہوئے تھے۔ اس حوالے سے یہاں کے اہل قلم لکھتے ہیں کہ "پہلی صدی قبل مسیح میں کشان کے دور میں وادی سندھ میں بھی بدھ مذہب داخل ہوا جو پانچویں صدی سے آٹھویں صدی تک اسی علاقے میں خوب پھیلا۔ کچھ چٹانوں پر مہاتمابدھ کے سابقہ وجودوں کے سلسلہ وار تصویریں اور جاتکا مناظر کی تصاویر نہایت فنکارانہ انداز میں کندھ ہیں۔ ان میں سے چلاس اور تھلپن کی چٹانوں کو سجانے والی تین (ٹائیگر جاتکا، بڑا شیطانی جاتکا اور سبی جاتکا) تصویریں واضح طور پر ایک ہی ہاتھ کی کندھ ہیں اور پانچویں سے ساتویں صدی کی ہو سکتی ہیں"۔[17]

عثمان علی صاحب لکھتے ہیں کہ " گلگت میں بدھ دھرم مہاراجہ اشوک کے دور حکومت میں پھیلا کیونکہ اسی دور میں بدھ مت کی تبلیغ و اشاعت کے لئے سرکاری سطح پر بے انتہا کوششیں کی گئیں۔ اشوک کی سلطنت وسیع تھی۔ کشمیر، نیپال، تبت، منگولیا، افغانستان اور شمالی ہندوستان کے بیشتر علاقے اس کی حکومت میں شامل تھے۔ ان

علاقوں اور غیر ممالک میں بھی بدھ مت کی اشاعت کے لئے اشوک نے کئی اہم کام کیے۔ بدھ دھرم کے مذہبی احکام اور قوانین پتھروں، چٹانوں اور ستونوں پر کندا کرا کر جگہ جگہ نصب کروا دیئے گئے۔ مبلغین، بھکشوؤں اور مہاماتروں کی جماعتیں چار دانگ عالم میں بکھیر دی گئیں۔ کشمیر اور ملحقہ تمام علاقوں بشمول گلگت اور بلتستان پر کسی تبلیغی مذہب کی پر چھائیں نہ پڑی تھیں۔ کہتے ہیں بنارس، پاٹلی پتر اور دیگر مرکزی علاقوں سے جوشیلے اور جفاکش بدھ راہب، بھکشو اور مبلغین ان پہاڑی علاقوں میں پھیل گئے تاکہ بدھ دھرم کی تبلیغ کریں"۔[18]

یعنی اس بات میں کوئی شک نہیں کہ گلگت بلتستان کے پہاڑوں پر جو کندہ کاریاں نظر آتی ہیں ان میں زیادہ تر بدھ مذہب کے مبلغین کی محنت ہے۔ وہ ان شبیہوں کے ذریعے لوگوں میں مذہبی رسومات کو ادا کرنے کا خوگر بناتے تھے۔اس کے علاوہ وہ اس بات کا اہتمام بھی کرتے تھے کہ دور دراز کے علاقوں سے بدھ مذہب کے ماننے والے ان شبیہوں کی زیارت کو آئیں۔ اس طرح مذہبی فریضہ کی ادائیگی کے ضمن میں مختلف علاقوں میں رہنے والوں کے درمیان تعلقات قائم رہے اور اس طرح ان شبیہوں اور زائرین کی مدد سے بدھ مذہب کو فروغ ملے۔

نوپورہ گلگت میں بدھ مت سے متعلق آثار

گلگت شہر میں کئی محلے آباد ہیں۔ ان محلوں میں سے اکثر محلے اپنی ایک الگ تاریخ رکھتے ہیں۔نوپورہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے اس جگہ کو آباد کیا گیا۔ یعنی نوپورہ سے گلگت شہر کی تاریخ کی ابتدا ہوئی۔زرخیز اور ہموار زمین ہونے کی وجہ سے لوگوں نے اسے خوب آباد کیا۔ سیلاب کے کٹاؤ کی وجہ سے یہ خوبصورت اور پھیلی ہوئی آبادی چند گھرانوں تک محدود ہو کر رہ گئی۔یہاں پر مہاتمابدھا کی شبیہ بڑی مہارت کے ساتھ پہاڑ پر بنایا گیا ہے جس کے بارے میں طرح طرح کی باتیں مشہور ہیں۔ مثلاً یہ ایک دیونی تھی جو انسانوں کا شکار کر کے کھاتی تھی۔ کارگاہ نالہ میں انہوں نے اپنے رہنے کے لئے ایک غار بنایا ہوا تھا۔ ایک دن ایک بزرگ یہاں آیا اور انہوں نے اس دیونی کے ظلم و زیادتی کے واقعات سن کر لوگوں کو اس کے شر سے آزاد کرانے کا عزم کیا۔ جب یہ بزرگ اس کے پاس پہنچا تو انہوں نے اس کا شکار کرنے کی کوشش کی مگر بزرگ اپنی روحانی طاقت کے ذریعے اسے پتھر کے بت میں تبدیل کر دیا۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ راجہ شری بدت کی بہن تھی اور ان کا تعلق دیوذات (جنات) سے تھا یہ دونوں بہن بھائی انسانوں کو قتل کر کے ان کا گوشت کھایا کرتے تھے۔ یہاں کے ایک مشہور دینل (کاہن) کو جب اس دیونی کی ادم خوری کا علم ہوا تو وہ کارگاہ پہنچا اور چلی (Pine) کا دھواں کھا کر (یہاں کے کاہن چلی کے دھواں منہ کے ذریعہ پیٹ تک پہنچاتے ہیں اس دھوے کے ساتھ ان کی پریاں جسم میں حلول کر جاتی ہیں) اپنے اوپر دنیل کی کیفت طاری کی اور اس سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کا باپ آج مر گیا ہے۔ اس دیونی نے جب یہ خبر سنی تو اپنا سیدھا ہاتھ شدید غم سے اپنے سینہ پر مارا۔

دنیل نے فوراً لوہے کی ایک بڑی میخ اس کے ہاتھ پر ٹھونک دیا۔ اس کے بعد دنیل نے پھر کہا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کا بھائی بھی مر گیا ہے۔ اس نے اپنا بایاں ہاتھ اپنی ران پر مارا، دنیل نے ایک میخ اس ہاتھ پر بھی ٹھونک دی۔ اور پھر اپنے منتروں کے ذریعے اسے بت بنا دیا۔ جب کہ محققین کا کہنا ہے کہ یہ دیونی نہیں بلکہ مہاتما بدھا کی شبیہ ہے۔

> ''گلگت شہر سے یہی کوئی سات کلو میٹر مغرب کی طرف ایک عمودی چٹان پر مہاتما بدھ کی تین میٹر اونچی مورتی نقش ہے۔ ماہرین اس کی قدامت آٹھویں صدی عیسوی بتاتے ہیں۔ یہ مورتی سطح زمین سے کافی بلند ہونے کی وجہ سے انسانی چھیڑ چھاڑ سے محفوظ ہے''۔[19]

گلگت سے چند کلومیٹر دور کارگہ کے قریب ایک چٹان پر بُت کا مجسمہ کندہ ہے، جسے مقامی لوگ 'یا چھنی' کہتے ہیں۔ 'یا چھنی' ینیچھ کی مادہ ہے جو ایک جناتی مخلوق تصور ہوتی ہے۔ کارگہ کے اس بت سے وابستہ کئی کہانیاں بھی ہیں، جہاں تک بت کی اصلیت کا تعلق ہے۔ یہ 'چمبہ بدھو' کا مجسمہ بتایا جاتا ہے جو مہاراجہ اشوک کی حکمرانی کے آخری دور میں مداین تکا کے جوشیلے بھکشوؤں نے یا کھانی (کشمیر کی ملکہ) کے حکم سے بنایا گیا تھا۔ یا کھانی کی مناسبت سے یہ بُت (یا چھنی) کے نام سے معروف ہوا کیونکہ ینیچھ اور یا چھنی مقامی طور پر جنات کے ناموں کے لئے مستعمل تھے۔[20]

بوبر پونیال میں بدھ مت سے متعلق آثار

''بُوبر پونیال میں بھی ایک چٹان پر مہاتما بدھ کی شبیہ کندہ ہے۔ پروفیسر احمد حسن دانی مرحوم اپنی کتاب ہسٹری آف نادرن ایریاز میں لکھتے ہیں کہ یہ چٹانی مورتی آج کل راجہ علی احمد جان مرحوم کے گھر میں موجود ہے''۔[21]

ہنزل اور جوٹیال میں بدھ مت سے متعلق آثار

''ہنزل میں واقع بدھ مت کا مجسمہ اور جوٹیال گلگت کی مغلی شکار بھی تاریخی اہمیت کے حامل ہیں''۔[22]

چیلاس دیامر میں بدھ مت سے متعلق آثار

''علاوہ ازیں چلاس، ہڈر، تھور، گیچی، تھلپن اور منارگہ سے شتیال تک دریائے سندھ کے بائیں کنارے چٹانوں پر کندہ تصویریں اور تحریریں آج بھی لوگوں کو دعوت نظارہ دے رہی ہیں''۔[23]

منتھل بلتستان میں بدھ مت سے متعلق آثار

''سکردو میں بھی سدپارہ جانے والے راستے پر بدھا اور اس کے شاگردوں کی شبیہیں کندہ ہیں''۔[24]

گلگت بلتستان میں دنیل، پری، چڑیل وغیرہ کے اثرات

دنیل، پری، چڑیل، میٹو، پشو، ششلی، پاریان، سونے چیئی، یمالے اور یشو لو وغیرہ کے بارے میں بہت سے واقعات

منسوب ہیں اور انہیں معاشرہ کا ایک حصہ سمجھا جاتاہے۔مثلاً ان کے بارے میں یہ کہا جاتاہے کہ: ''پری زادیوں کے لئے یہاں 'برای' کی اصطلاح عام استعمال ہوتی رہی ہے۔ لوگوں کے خیال کے مطابق برای مختلف افراد سے وابستہ ہو کر ان کی حفاظت کیا کرتی ہیں۔ شنامیں 'برای بے ٹن' ایک محاورہ ہے جس کا لفظی معنی 'پری بیٹھی ہے' بنتا ہے جو عام طور پر برکت ہونے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ محاورہ ان مواقع پر استعمال ہوتا ہے جب گھرمیں کسی چیز کی بہتات ہو جائے''۔[25]

''ہڈُر (چلاس) کے علاقے میں یہ قصہ مشہور ہے کہ بہرام شہزادہ کا مسکن نوپورہ گلگت میں تھا۔ شہزادہ کا مقابلہ دیوزاد مخلوق سے ہوتا تھا۔ایک دفعہ شہزادہ گلگت سے پہاڑی راستے کے ذریعے ہڈُر آیا تواس کا سامنا ایک دیو سے ہوا۔ بہرام شہزادہ کا ایک برق رفتار گھوڑا تھا، جو 'بادہوا' کے نام سے موسوم تھا۔ جب دیوان کے راستے میں مزاحم ہوا تو شہزادہ نے حملے کے لئے گھوڑے کو ایڑ لگائی تو اس کا گھوڑا اڑا۔ لوگوں کے مطابق گھوڑا جس جگہ سے اڑا اور جہاں اترا ان دونوں جگہوں پر گھوڑے کے پاؤں کے نشانات آج بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ ہڈُرکے اس جگہ کا نام 'چماں' ہے۔ بعدمیں شہزادہ ہڈُر سے کارگاہ نالہ کے راستے واپس گلگت آیا''۔[26]

''قدیم گلگت توہمات اور مافوق الفطرت اساطیر کا گڑھ تھا۔ جنوں، پریوں، چڑیلوں، بھوت بھوتنیوں کے اہم مراکز اور مساکن یہیں خیال کیے جاتے تھے۔ دیامر، راکھاپوشی، بلچھار اور دیگر پہاڑوں پر بھوت پریت اور پریوں کے گھر تھے۔عام آبادیوں میں انسانوں کے ساتھ یاں چھولو بھی آباد خیال کیے جاتے تھے''۔[27]

مذکورہ تمام باتوں کے حوالے سے یہ کہاجا سکتاہے کہ یہاں مختلف مذاہب کے ماننے والوں کاجب گزر ہواتوانہوں نے مقامی لوگوں کی ذھن سازی کی اوران غیر مرئی مخلوقات کو کنٹرول کرنے اوران کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے ان کے دھرم یا مذہب کواختیار کرنے پرزور دیا۔ اس کے کچھ عملی مظاہرے انہوں نے جادو سحر کے ذریعہ کرایا بھی ہو گا۔ سادہ لوح لوگوں نے ان واقعات کو حقیقت جانااور انہیں نئی نسلوں تک منتقل کرتے رہے۔اس طرح ان مذاہب سے متعلق واقعات اور کہانیاں ناموں کی تبدیلی کے ساتھ آج بھی معاشرے میں گردش کرتی ہیں۔

چین سے آنے والے سیاحوں کے سفر نامے

جس طرح آج کل شاہرائے قراقرم کے ذریعے تاجر برادری چین سے تجارتی لین دین کے رشتے سے منسلک ہیں۔ اس طرح پہلے بھی یہاں سے لوگ چائنا جاتے تھے اور وہاں سے چینی باشندے یہاں آتے تھے۔ میل جول کا یہ سلسلہ قدیمی ہے گوکہ آنے جانے کے راستے اور مقاصد ہمہ جہت تھے۔

''ہندوستان کی قدیم تاریخ کی بنیاد بھی آریان، میگاستھینز، ٹولمی، اور بعد ازاں فاہیان، ہواین تسانگ، ابن بطوطہ، وغیرہ کے سفر ناموں پر ہے۔ یہاں کے مقامی لوگوں کو اپنی روایات اور مذہب معمول کی اور عام چیز لگتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے انہیں ریکارڈ کرنے میں کوئی دلچسپی نہ لی اور نہ ہی انہیں پنجاب سے لے کر زیریں، جنوبی ہند کے پرانے شہر تک کے فاصلے بیان کرنے کی کوئی ضرورت تھی۔ وہ چیزوں کو معروضی (Objective) طور پر دیکھنے کے قابل نہ تھے۔ ان کے لئے سب کچھ موضوعی تھا۔ چنانچہ قدیم ہندوستان کی معروضی تصویر ہمیں یہاں آنے والے زائرین اور مسافروں کی تحریروں میں ہی مل سکتی ہے۔ مسیح کے بعد پہلے ایک ہزار سال میں دو چینی سیاحوں فاہیان اور ہواین تسانگ نے ہیں یہ تصویر فراہم کی، اور بعد میں انگریز ایڈیٹروں نے حاشیوں کے ذریعہ اس تصویر کے دھندلے پڑ چکے نقوش کو واضح کیا۔ اول الذکر سیاح فاہیان چوتھی صدی عیسوی میں آیا اور موخرالذکر اس کے دو سو سال بعد''۔[28]

مذکورہ چینی سیاحوں نے اُس وقت کے گلگت بلتستان کا جو مذہبی منظر نامہ پیش کیا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

''منگلی شہر سے شمال مغرب کی طرف ایک پہاڑ کو پار کر کے اور ایک وادی میں سے گزر کر ہم دریائے سن تیو (سندھ) پر واپس چڑھتے ہیں۔ راہیں کٹی پھٹی اور ڈھلوانی ہیں، پہاڑ اور وادیاں تاریک اور افسردہ ہیں، کہیں ہمیں رسوں کے ذریعہ اور کہیں (گھاٹیوں کے آر پار تنی ہوئی) زنجیروں کے ذریعہ پار جانا پڑا۔ یہاں ہوا میں معلق ڈھانپے ہوئے راستے اور کھائیوں کے اوپر جھولتے ہوئے پُل ہیں جن پر چڑھنے کے لئے لکڑی کی سیڑھیاں لگی ہیں تاکہ ڈھلوانی کناروں پر چڑھ کر زمیں پر آسکیں۔ یوں تقریباً ۱۰۰۰ لی (ایک میل ۵ لی کے برابر ہے) کا سفر کر کے ہم تا۔لی۔لو۔ کی دریائی وادی میں پہنچتے ہیں جہاں کبھی اُدیان کا دارالحکومت قاء تھا۔ یہ ملک بہت سا سونا اور خوشبودار ہلدی پیدا کرتا ہے۔ اس دریل وادی میں ایک برے آشرم کے پہلو میں میتریہ بودھستو کا لکڑی سے بنا ہوا ایک بت ہے۔ اس کا سنہری رنگ بہت چمکدار ہے اور یہ ایک خفیہ روحانی قوت رکھتا ہے۔ یہ تقریباً ۱۰۰ فٹ اونچا ہے اور اسے ایک ارہت مدھیا لچک نے بنایا''۔[29]

''تا۔تی۔لو۔ دارل یا دریل۔ دریائے سندھ کے مغربی یا دائیں کنارے پر ایک وادی جو نصف درجن شہروں پر مشتمل ہے اور یہاں دارد یا درد لوگ رہتے ہیں''۔[30]

''مینگ کی لی کے شمال مشرق میں آپ پہاڑ اور دریا عبور کر کے دوبارہ سن تو کی طرف بڑھتے ہیں۔ راستہ پُرخطر اور ڈھلوانی ہے، پہاڑ فلک بوس اور کھائیں اتھاہ گہری ہیں۔ آپ رسے پکڑ کر یا لوہے کی زنجیروں سے بنے پلوں پر چلتے ہیں۔ یوں ۱۰۰۰ لی سے زیادہ فاصلہ طے کرنے پر ضمنی دریا تالولی آتا

ہے۔ یہیں آپ کو اُوچنگ نا کا قدیم دارالحکومت ملتا ہے۔ یہاں سے بہت سا سونا اور خوشبودار پودا یوکن لایا جاتا ہے۔ تالی لو میں، عظیم آشرم کے نزدیک مہربان بودھستو کا لکڑی سے بنا ہوا ایک مجسمہ ہے۔ یہ سنہری رنگ کا، شاندار اور شاہانہ، اور ۱۰۰ فٹ سے زیادہ اونچا ہے۔ اسے ارہن موتیان تی کیا نے تعمیر کیا۔ اس کی تعمیر کے بعد دھرم نے مشرق میں کافی ترقی پائی۔ اس جگہ کے مشرق میں پہاڑا اور وادیاں عبور کر کے ۵۰۰ لی کا فاصلہ طے کرنے پر آپ شمالی ہند کی سرحد پولولو میں پہنچتے ہیں"۔[31]

"پو۔لیو۔لو، ملک کا رقبہ ۴۰۰۰ لی ہے، یہ عظیم برفیلے پہاڑوں کے درمیان میں واقع ہے۔ یہ شرقاً غرباً لمبا اور شمالاً جنوباً تنگ ہے۔ یہ گندم اور دالیں، سونا اور چاندی پیدا کرتا ہے۔ سونے کی وسیع مقدار کی بدولت ملک میں بہت سا سونا موجود ہے۔ موسم متواتر سرد رہتا ہے۔ لوگ اپنے کردار میں غیر مہذب اور کرخت ہیں، ان کے ہاں انسانیت یا انصاف بہت کم ہے اور کریم النفسی کا تو انہوں نے نام تک نہیں سنا۔ وہ ظاہری شکل و صورت میں قابل نفرت اور بدصورت ہیں، وہ اُن سے بُنے کپڑے پہنتے ہیں۔ اُن کے حروف تقریباً ہند جیسے ہیں اور زبان کچھ مختلف۔ اس ملک میں تقریباً ایک سو آشرم ہیں جہاں کوئی ۱۰۰۰ بھکشو رہتے ہیں۔ انہیں علم حاصل کرنے کا کوئی زیادہ جوش و شوق نہیں اور اپنے اخلاقی رویہ میں بھی بے احتیاط ہیں"۔[32]

"بولور جدید بلتی، بلتستان یا چھوٹا تبت ہے۔ مارکو پولو نے بھی بولور نامی ایک ملک کا ذکر کیا مگر اُس کی جائے وقوع سطح مرتفع پامیر کے شال مشرق میں بتائی۔ درحقیقت چینی اس اصطلاح (پولے) کے تحت چترال سے لے کر سوات تک کی شمالی سرحد تک شمار کرتے تھے۔ مارکو پولو نے یہاں کے لوگوں کو "وحشی بت پرست" اور "ایک بُری نسل" کہا۔ یہ علاقہ قدیم ترین زمانوں میں اپنے سونے کی پیداوار کے لئے مشہور تھا"۔[33]

"پولولو بلاشبہ بولور کا چینی تلفظ ہے۔ کیپٹن کننگھم نے اس بارے میں لکھا۔ میں خوش قسمت ہوں کہ کشمیر کے شمال میں واقع علاقوں کے تقابلی جغرافیہ میں ایک نہایت اہم اور دلچسپ نکتہ ڈھونڈ پایا۔ وہ نکتہ یہ ہے کہ بولور کا قدیم علاقہ موجودہ بالٹی یا چھوٹا تبت ہی تھا۔ کافی عرصہ تک ہمارے نقشوں میں بولور پہاڑوں کا مقام غیر یقینی رہا، لیکن اب میں اس کا تعین کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ وہ دراصل مزتک نامی سلسلہ کوہ ہیں جو بالٹی علاقہ کی شمالی حد تشکیل دیتے ہیں۔ بسورا، گلگت، چلاس، دریل، کوہلی، پالس اور دریائے سندھ کے کنار پر واقع تمام شینا زبان بولنے والوں میں بالٹی کو صرف پلولو کے نام سے جانا جاتا ہے"۔[34]

نتیجہ

آخر میں نتیجہ کے طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ گلگت بلتستان میں مختلف مذاہب کے پیروکار وقتاً فوقتاً یہاں آتے رہے ہیں۔اور انھوں نے اپنے مذہب کے حوالے سے تبلیغات بھی کیں ہیں۔ خصوصاً بت مذہب کے مبلغین نے ان علاقوں پر زیادہ توجہ دیا۔آج بھی اس مذہب سے متعلق آثار پائے جاتے ہیں۔اس وقت دنیا کے مختلف ممالک سے لوگ سیاحت کی غرض سے یہاں آتے ہیں اور بت مذہب کے پیروکار جب ان جگہوں پر پہنچتے ہیں تو نہایت ادب و احترام اور عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ بین المذاہب مکالمے کے لئے گلگت بلتستان کے ان آثار کو بنیاد بنا کر ہم ایک علمی، تحقیقی اور تجزیاتی کام کی بنیاد ڈال سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں مختلف اداروں اور اہل علم، اہل دانش حضرات کو آگے بڑھ کر کام کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ہمارا یہ قدیمی آثاثہ قدرتی آفتوں کے ذریعہ ذائع ہونے نہ پائے۔

*****

References

---

1. Chaudhry Ghulam Rasool, *Mahzaib Alam ka Taqahbli Mutaliya* (Lahore, Ilmi Kitabkhana, 1976), 232-245.

چودھری غلام رسول، *مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ* (لاہور، علمی کتاب خانہ،1976ء)، 232-245۔

2. Amulya Ranjan Mohapatra, *Philsafa Mahzaib* Mutrajam: Yasar Jawad (Lahore, Fiction House, 2010), 182-183.

امولیہ رنجن مہاپتر، *فلسفہ مذاہب*، مترجم: یاسر جواد(لاہور، فکشن ہاؤس، 2010ء) ،182-183۔

3. Ibid, 184.

ایضاً،184۔

4. Ibid, 185.187.

ایضاً،185-187۔

5. Ibid, 188.

ایضاً،188۔

6. Ibid, 188-189.

ایضاً،188-189۔

7. Ibid, 191.

ایضاً، 191۔

8. Ibid, 192.

ایضاً، 192۔

9. Ibid, 193.

ایضاً، 193۔

10. Ibid, 193-194.

ایضاً، 193۔194۔

11. Chaudhry Ghulam Rasool, *Mahzaib Alam ka Taqahbli Mutaliya*, 232-245.

چودھری غلام رسول، *مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ*، 232۔245۔

12. Ibid, Vol. 1, 571.

ایضاً، ج1، 571۔

13. Pakistan ka Saqafti Encyclopedia, Silsala Karakoram Himalaya, Hindu Kush (Northern Areas) Vol. 1 (Lahore, Al-Faisal Nasheran wa Tajran Kutab, nd.), 1.

پاکستان کا ثقافتی انسائیکلوپیڈیا، سلسلہ قراقرم، ہمالیہ، ہندوکش (شمالی علاقہ جات) ج1 (لاہور، الفیصل ناشران وتاجران کتب، سن ندارد)، 1۔

14. Ibid, 3.

ایضاً، 3۔

15. Sher baaz Ali Barcha, Ghair Matboha Kitab Aks Gilgit,

شیر باز علی برچہ، غیر مطبوعہ کتاب عکس گلگت۔

16. Ibid.

ایضا۔

17. Ibid.

ایضا۔

18. Usman Ali, *Shanology* (Gilgat, Osmani Kutabkhana, 1991), 101.

عثمان علی، *شنالوجی* (گلگت، عثمانی کتب خانہ، 1991ء)، 101۔

19. Sher baaz Ali Barcha, Aks Gilgit.

برچہ، عکس گلگت۔

20. Usman Ali, *Shanology*, 104.

عثمان علی، *شنالوجی*، 104۔

21. Sher baaz Ali Barcha, Aks Gilgit.

برچہ، عکس گلگت۔

22. *Pakistan ka Saqafti Encyclopedia, Silsala Karakoram Himalaya, Hindu Kush* (Northern Areas), 3-4.

پاکستان کا ثقافتی انسائیکلوپیڈیا، سلسلہ قراقرم، ہمالیہ، ہندوکش (شمالی علاقہ جات)، 3-4۔

23. Ibid, 3.

ایضاً، 3۔

24. Sher baaz Ali Barcha, Aks Gilgit.

برچہ، عکس گلگت۔

25. *Pakistan ka Saqafti Encyclopedia, Silsala Karakoram Himalaya, Hindu Kush* (Northern Areas), 4.

پاکستان کا ثقافتی انسائیکلوپیڈیا، سلسلہ قراقرم، ہمالیہ، ہندوکش (شمالی علاقہ جات)، 4۔

26. Ibid, 3-4.

ایضاً، 3-4۔

27. Usman Ali, *Shanology*, 104.

عثمان علی، شنالوجی، 104۔

28. Fahyan, *Fahyan ka Safer Nama Hind*, Mutrajam: Yasir Jawad (Lahore, Khaliqat, 2000), 5.6.

فاہیان، فاہیان کا سفر نامہ ہند، مترجم: یاسر جواد (لاہور، خلیقات، 2000ء)، 5-6۔

29. Hiuen Sang, *Hiuen Sang ka Safer Nama Hind*, Mutrajam: Yasar Jawad (Lahore, Khaliqat, 2001), 103.

ہیون سانگ، ہیون سانگ کا سفر نامہ ہند، مترجم: یاسر جواد (لاہور، خلیقات، 2001ء)، 103۔

30. Ibid, 123.

ایضاً، 123۔

31. Fahyan, *Fahyan ka Safer Nama Hind*, 27.

فاہیان، فاہیان کا سفر نامہ ہند، 27۔

32. Hiuen Sang, *Hiuen Sang ka Safer Nama Hind*, 103.

ہیون سانگ، ہیون سانگ کا سفر نامہ ہند، 104۔

33. Ibid, 123.

ایضاً، 123۔

34. Fahyan, *Fahyan ka Safer Nama Hind*, 77.

فاہیان، فاہیان کا سفر نامہ ہند، 77۔